حاملانِ قرآن

قاضی طیّب عمادی

از

جناب مولوی محمد عثمان صاحب عمادی، بی ایس سی (علیگ)

وَنَحْنُ أُنَاسٌ كُلَّمَا غَابَ كَوْكَبٌ
بَدَا كَوْكَبٌ تَأْوِي إِلَيْهِ كَوَاكِبُهُ

آلِ عماد کا طرزِ حیات یہ تھا کہ معارف نبوی میں یکتائی اور ارتقای روحانیت میں بے ہمتائی دوش بدوش رہے، یہ امتیاز ہر عہد میں محمود رہتا چلا آیا اور کوئی زمانہ اس سے خالی نہیں رہا، البتہ یہ بزرگوار لیے بواطن حقایق پر ظواہر شرائع کو راجح رکھتے تھے کہ اگرچہ علم و عرفان دونوں بجائے خود محکم بالشان ہیں تاہم عالم کو عارف پر ترجیح ہے، دیکھو اللہ تعالیٰ کو عالم کہتے ہیں مگر عارف نہیں کہہ سکتے کیونکہ علم کے مقابلہ میں معرفت اس کے دون مرتبہ ہے۔

علومِ نبوی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے جتنے علوم حقہ ماثور یا مستنبط ہیں حضرت طیب ان سب کے حامل تھے اور صدر لقیبت میں تو شیخ کامل تھے، تعلیمات ولایت پر اپنے والد سے فائز ہوئے اور تکمیل ظاہر و باطن کے بعد خلافت نبوی صلعم کا خاندانی میراث حصہ میں آیا، مگر تقویم نسبت کے لیے اجازت خلافت حضرت شیخ محمد بن قطب بینادل رضی اللہ عنہما سے حاصل فرمائی، حضرت شیخ کی جناب میں آپ درجۂ خلّت رکھتے تھے،

حضرت شیخ جب کسی کو مرید کرتے تو اُس کی تعلیم آپ کے ذمہ ہوتی اور جب خلافت دیتے تو مثال خلافت پر آپ کے دستخط بھی ہوتے۔

حلقہ درس میں علمائے اعلام وشیوخ اسلام بکثرت شریک ہوتے، جامع میاں پورہ جو برلب دریائے گومتی حضرت شیخ قطب بینادل کی یادگار ہے وہیں آپ درس دیتے اور کلام اللہ وسنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تفسیر فرماتے، خاندان کی زبان عربی تھی اس لیے عربی ہی میں کلام کرتے، اور عربیت بھی اس پایہ کی جس سے عبداللہ بن المقفع وعبدالحمید وجاحظ کی یاد تازہ ہوتی اور سامعین کچھ بھی فرق نہ کرسکتے، كُلَّمَا رُزِقُوا مِنْ ثَمَرَةٍ رِزْقًا قَالُوا هَٰذَا الَّذِي رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَأُتُوا بِهِ مُتَشَابِهًا۔

قضاء اسلام آوازۂ علم وغلغلۂ فضل اس قدر بلند ہوا کہ سلطنت کوشش ہوئی اور بکار فرمان طلب نافذ ہوا بار بار عذر کرنے پر بھی جب گلوخلاصی نہ ہوسکی تو حضرت شیخ محمد بن قطب نے ارشاد فرمایا کہ تم "قَاضِيَانِ فِي النَّارِ" سے کیوں ڈرتے ہو، "وَقَاضٍ فِي الْجَنَّةِ"، کیوں نہیں بنتے، امتثال امر شیخ لازم تھا اس لیے دربار شاہی میں حاضر ہوئے مگر اس شان سے کہ نہ آداب بجا لائے، نہ تین تسلیمیں کیں، نہ زمین بوس ہوئے وہ گردن پادشاہ کے لیے جھکائی جو اللہ ہی کے لیے جھکتی تھی، سلطنت کو بزرگداشت منظور تھی اس لیے کوئی ادا گراں نہ گزری اور خدمت قضائے بنگال پر مامور فرمائے گئے جہاں آپ کا مستقر عظیم آباد تھا کہ سقوط دولت شرقیہ کے بعد سرورپور کی ویرانی سے آباد ہوا تھا، تمام شرفا وملوک سرورپور وہیں ہجرت کرگئے اور اسی کو اپنا وطن بنالیا، اس سے بیشتر آپ صاحب اولاد ہوچکے تھے مگر عظیم آباد میں عارف سادات عرب کے خاندان میں جو مہاجرین سرورپور کا سرگروہ تھا، ایک شادی کی اور اس سے بھی اولاد ہوئی جس کا سلسلہ اب تک جاری ہے، نشر نصفت نفاذ عدل میں آپ کو نہایت انہماک تھا اور اپنے طرز عمل سے اپنے جد بزرگ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے منشور خلافت کو ممثل بنادیا تھا کہ حقوق کے معاملات میں جو قوی ہیں تا بحد حق رسانی میں ان کو ضعیف سمجھونگا اور جو ضعیف ہیں تا بحد حق رسی ان کو قوی کردونگا۔

اِس سے قبل امر نوا ایک وادی غیر ذی زرع تھا، آپ نے اُس کو شیخ عبد الغنی اور سید ناصر کی شرکت میں نو سَو روپے میں خرید فرمایا، ان میں ایک صاحب آپ کے برادر نسبتی اور دوسرے کو آپ کی خواہر منسوب تھیں ہبہ نامہ اب تک موجود ہے اور اس پر حضرت شیخ محمد بن قطب رضی اللہ عنہما کی عبارت شہادت بھی اُنھیں کے خط شریف میں بصیرت افروز باعث زین و برکت ہے۔

حضرت نے عظیم آباد ہی میں انتقال فرمایا اور وہیں مدفون ہیں، سقی اللہ ثراہ وا فاض شآبیبُ رحمتہ علیٰ مثواہ۔

دیوان منسوب بعلی مرتضیٰ رضؓ معلوم ہوتا ہے کہ بعد کو آداب فارسیت سے بھی آپ مستفید ہو چکے تھے، حکیم سید مظفر حسین صاحب (چھتہ بازار حیدرآباد) نے اُس دیوان کی شرح کا ایک نسخہ مجھے دکھایا جو امیر المومنین علی بن ابی طالب سے منسوب ہے۔ یہ نہایت پاکیزہ خط کا قلمی نسخہ ہے اور فارسی میں دیوان موصوف کی مکمل شرح کی ہے، عبارت خاتمہ یہ ہے:۔کتبہٗ الفقیر الی اللہ طیب بن داؤد بن قطب بن جمال الجون پوری،، اور اسی کے تحت بخط طلسم کبھی یہی اعلام ثبت ہیں:۔

"۱۲۶۲۵۱۳۳۱ ۳۱۴۳ ۵۲ ۲۹۱۵۲ ۴۹۱۴ ۵۲ ۲۱۹"

مجھے پہلے شبہ ہوا کہ یہ کسی دوسرے بزرگ کی تعریف ہوگی اس لیے کہ قاضی طیب تو حضرت داؤد بن قطب ابن عماد کے چشم و چراغ تھے اور یہاں بجائے عماد کے جمال مرسوم ہے، لیکن بعد کو انکشاف ہوا کہ جمال العالم حضرت شیخ عماد ہی کا خطاب تھا جو بیعت خلافت کے بعد بارگاہ بنبادلی سے مرحمت ہوا تھا، اس کتاب کا طغرائے امتیاز یہ ہے کہ شرح ابیات کے ساتھ یہ بھی تشریح کردی ہے کہ اخبار عرب میں یہ بیتیں فلاں و فلاں شعرائے قدیم سے مروی ہیں۔

مجلس درس قرآن آپ کی دو مجلسیں تھیں، ایک جس میں اس طرح فصل خصومات فرماتے کہ فضلائے عدل سے رایاس دشریح کو یاد دلاتے، دوسری مجلس درس تھی جس میں حقائق تنزیل کو دقائق تاویل سے بلند آوازہ کرتے

اور عکرمہ و ابن عباس کا عہد تازہ کرتے، قریۂ ذاد بوم پر جب آپ نے دخل پایا تو اس آیت کو تلاوت فرمایا:-

دعائے ابراہیمؑ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ۔	وہ وقت یاد کرو جب ابراہیمؑ نے کہا:- اے میرے پروردگار اس شہر کو محل امن بنا اور مجھے اور میری اولاد کو بچا کہ بتوں کی پرستش نہ کریں۔
رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔	اے میرے پروردگار ان بتوں نے بہتیرے لوگوں کو گمراہ کر دیا، اب جس نے میری پیروی کی وہ میری نسل میں سے ہے اور جس نے نافرمانی کی تو اے پروردگار فی الحقیقت تو ہی غفور رحیم ہے۔
رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ۔	اے ہمارے پروردگار میں نے اپنی نسل میں سے بعض کو تیرے عزت و حرمت والے گھر کے پاس ایک بے زراعت وادی میں ٹھہرایا ہے۔
رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ، فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ، لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ	اے ہمارے پروردگار غرض یہ ہے کہ اقامت صلاۃ میں یہ لوگ مستقیم رہیں، لہٰذا تو کچھ لوگوں کے دلوں کو انکی جانب مائل کر دے، اور کچھ پھل اور پیداوار ان کو روزی کر، کہ شاید وہ شکر کریں۔
رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ وَمَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ	اے ہمارے پروردگار جو ہم چھپاتے ہیں اور جو علانیہ سامنے لاتے ہیں درحقیقت تو ان سب کو جانتا ہے اللہ سے کوئی چیز نہ زمین میں چھپی ہے نہ آسمان میں۔
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَآءِ۔	اللہ کے لیے ہر طرح کی حمد ہے جس نے کبرسن کی حالت میں مجھے اسمٰعیل و اسحٰق بخشے حقیقت میں میرا پروردگار ہی دعا سننے والا ہے۔

رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي۔	اے میرے پروردگار مجھے اور میری نسل کے کچھ لوگوں کو اقامت صلاۃ پر ملتزم رکھ۔
رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ	اے ہمارے پروردگار یہ بھی عرض ہے کہ میری دعا کو قبول کرلے۔
رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ	اے ہمارے پروردگار میری، میرے والدین کی، اور تمام ایمانداروں کی اُس دن مغفرت کر جو حساب کا دن ہوگا۔

دعائے انبیاء طالبان حقیقت ہمیشہ فرصت کے منتظر رہتے تھے، حضرت سے گزارش کی: دعائے انبیا مقبول ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو حضرت ابراہیمؑ کی یہ دعا کہ میری اولاد کو بت پرستی سے بچانا، کیوں قبول نہ ہوئی؟ قریش بھی تو اولاد ابراہیمؑ تھے: دعا قبول ہوتی تو یہ پوری نسل بت پرستی سے ملوث ہوتی،

یہ بھی واضح ہے کہ جاہلیت میں اصحاب فیل اور اسلام میں قرامطہ نے مکۂ مبارکہ پر حملے کیے پھر یہ دعا کہاں پوری ہوئی کہ اس شہر کو امن وامان میں رکھنا؟

فرمایا:۔ مفسرین نے تو بہتیری توجیہیں کی ہیں، مگر قول فیصل یہ ہے کہ ہندوستان میں آکر اولاد کا مفہوم بہت وسیع ہوگیا، حضرت ابراہیمؑ کی دعا یہ تھی وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ (مجھے اور میرے بیٹوں کو بچانا) اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اور ان کے بیٹوں کو کہ اسمٰعیل و اسحٰق تھے (علیہم السلام) عبادت اصنام سے بچائے رکھا،

بلد آمن فرمایا:۔ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا — اے میرے پروردگار اس شہر کو امن میں رکھنا،

اس کی تفسیر میں یہ روایت بطریق صحیح وارد ہے:۔

اِنَّ اِبْرَاهِيمَ عليه السلام لما فرغ من بناء الكعبة ذكر هذا الدعاء	تعمیر کعبہ شریف سے فارغ ہونے کے بعد ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا فرمائی تھی۔
والمراد منه جعل تلك البلدة آمنة من الخراب	مراد یہ تھی کہ یہ شہر ویرانی سے محفوظ رہے۔

وھی عامرۃ للاٰن، لاخربھا الفتن، ماظھر منھا وما بطن، خدا کے فضل سے یہ شہر اب تک آباد ہے ظاہری باطنی کسی طرح کے فتنے اسے ویران نہ کرسکے۔

اولادِ غیرِ صالح فرمایا:۔ اولاد ہونے میں اولاد ابعید بھی بسنبت قریب کے کچھ بہت دور نہیں، مگر ان کے لیے ابراہیم علیہ السلام نے خود ہی تصریح کردی کہ جو میرے پیرو ہیں وہی میری اولاد میں شامل ہیں نافرمان اولاد کو یہ تو نہیں فرمایا کہ وہ میری نسل ہی سے نہیں، البتہ یہ ضرور فرمایا کہ ایسے لوگوں کا اللہ مالک ہے جو غفور بھی ہے اور رحیم بھی، فمن تبعنی فھو منّی، ومن عصانی فانک غفورٌ رحیم۔

وادیٔ غیرِ ذی زرع میں سکونت کی مصلحت عرض کی:۔ اس میں کیا مصلحت تھی کہ حضرت ابراہیمؑ اپنی بیوی اور بیٹے کو ایک دشت بے آب وگیاہ میں چھوڑ گئے؟

فرمایا:۔ معتزلہ بھی یہی اعتراض کرتے ہیں، "قاضی جبائی" کا قول ہے:۔

اکثر الامور المذکورۃ فی ھذہ الحکایۃ بعیدۃ لانہ لایجوز لابراھیم علیہ السلام ان ینقل ولدہ الی حیث لاطعام ولاماء مع انہ کان یمکنہ ان ینقلھما الی بلدۃ اخری۔ اس کہانی کی اکثر باتیں حقیقت سے دور ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے یہ جائز نہ تھا کہ وہ اپنے فرزند کو ایسی جگہ منتقل کرتے جہاں نہ کھانے کی چیزیں تھیں نہ پانی تھا، ہو سکتا تھا کہ بیٹے اور بیوی دونوں کو کسی دوسرے شہر میں منتقل کردیتے۔

اس کا جواب ضروری نہیں، اس باب میں جیسا اعتراض حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ شانہٗ پر بھی ایسا ہی ایراد وارد ہوگا کہ خروج مصر کے بعد بھی بنی اسرائیل کو سالہا سال ایک دشت بے آب وگیاہ میں کیوں سرگرداں رکھا؟

اگر یہ کہیے کہ وہاں تو منّ وسلویٰ کا نزول تھا، تو یہ کیوں نہیں کہتے کہ یہاں بھی تو رزق ثمرات ومیلان قلوب کی نعمت عظمیٰ عطا ہوئی تھی۔

اصل یہ ہے کہ خلافت الٰہی کے لیے مومنین ایسے ہی مقامات میں تربیت پاتے اور تیار کیے جاتے ہیں، وہاں بھی یہی ہوا اور یہاں بھی یہی ہوتا رہے گا۔

درحضرتِ کریم تمنّا چہ حاجت است

فرمایا:- ابراہیم علیہ السلام کی تمنا تو یہ ہے کہ ان کی اولاد کو صلاح و فلاح نصیب ہو، مگر اسکے لیے دعا نہیں کرتے، اللہ کی ثنا کرتے ہیں، کہ دل کی آرزو اللہ پر خود روشن ہے۔

كأنه كان فى قلبه ان يطلب من الله عليهما واعانة ذريتهما بعد موته ولكنه لم يصرح بهذا المطلوب بل طفق يحمد الله ويثني عليه وذلك يدل على ان الاشتغال بالثناء عند الحاجة الى الدعاء افضل من الدعاء

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے جی میں یہ آرزو تھی کہ اللہ سے دعا کریں میرے مرنے کے بعد میری بیوی اور بیٹے اور ان کی اولاد کا اللہ مددگار رہے، لیکن انھوں نے علانیہ ایسی دعا نہ کی، بلکہ اللہ کی حمد و ثنا کی، اس سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ جہاں دعا کی ضرورت ہو وہاں ثنائے الٰہی میں مشغولیت دعا سے بھی بڑھ کر ہے۔

شکر تو اقبل ولادت! عرض کی:- ابراہیم علیہ السلام نے جب اسمٰعیل و ہاجرہ علیہما السلام کو وادی غیر ذی زرع میں چھوڑا ہے تو اسوقت تک حضرت کے دوسرے فرزند اسحاق علیہ السلام کی ولادت نہیں ہوئی تھی، پھر حضرت کا یہ فرمانا کہ "اللہ کو حمد ہے جس نے کبرسن میں مجھے دو بیٹے اسمٰعیل و اسحٰق عطا کیے" کیا معنی رکھتا ہے؟

فرمایا:- آیت میں کہیں مذکور نہیں کہ ابراہیم علیہ السلام نے یہ اسوقت فرمایا جب اسمٰعیل و ہاجرہ علیہما السلام کو وادی غیر ذی زرع میں چھوڑ چلے تھے۔

ان ابراهيم عليه السلام انما ذكر هذا الكلام فى زمان آخر، لا عقيب ما تقدم من الدعاء

یہ اسوقت کی بات نہیں ہے جب ابراہیم علیہ السلام نے بیوی بچے کو وادی غیر ذی زرع میں چھوڑا تھا اور ان کے لیے دعا کی تھی، یہ دوسرے وقت کی دعا ہے۔